بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا۔

ماہ نامہ

الفرقان

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ء

سالانہ چندہ
پانچ روپے
(قیمت پرچہ ہذا چھ آنے)

مقام اشاعت
احمد نگر۔ ربوہ۔ ضلع جھنگ

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

القرآن الكريم خير سلاح للمسلمين!

قالت جريدة "ام القرى" الغراء التى تصدر فى مكة المكرمة :-

"كان حضرة صاحب السعادة القائم باعمال المفوضية الباكستانية قد زار حضرة صاحب السمو الملكى ولى العهد المعظم بالقصر الملكى العامر والتمس من سموه التفضل بتشريف المدرعتين الباكستانيتين اللتين قدمتا الى ميناء جدة ليقوم قادتها وبحارتها بأداء فريضة الحج فى هذا العام، وقد قبل سموه المعظم هذه الدعوة فتحرك موكب سموه السامى بمساء يوم امس الاثنين من القصر الملكى الى الميناء الجديد حيث كانت المدرعتان راسيتين على الرصيف وقد اصطف على ظهرها وعلى مدخلها فى الميناء قوادها وكبار بحارتها يتقدمهم سعادة القائم باعمال المفوضية الباكستانية بجدة ومعهم كبار الجالية وهيئة خفر السواحل وقد ادت المدرعتان التحية لحضرة صاحب السمو ولى العهد باحدى وعشرين طلقة مدفع وبعد ان استراح سمو الضيف العظيم فى المكان المعد لاستقباله وتناول كؤوس المرطبات بين ترحيب قواد المدرعتين وتحياتهم تفضل فقام بجولة تفقدية على جميع اجزاء المدرعة الاولى حيث كان قائدها يشرح لسموه بجميع تفاصيل تركيبها وما فيها من مدافع وآلات حربية حديثة وقد كان سرور سموه عظيماً عندما دخل الصالة المعدة مسجداً لاداء فرائض الصلاة من بحارة المدرعة وعندما لاحظ سموه المعظم صندوقاً فخماً مكتوباً عليه (قرآن كريم) وعرف أنه مملوء بالمصاحف الكريمة من كتاب الله يتلوها البحارة فى اوقات عباداتهم سر من ذلك سروراً عظيماً والتفت الى قائد المدرعة وصافحه وقال له :- "ان هذا هو خير سلاح لنا ولكم فيه عزنا ومجدنا وقوتنا ما تمسكنا به لن نضل وقد امرنا الله تعالى فيه بالقوة بالاستعداد وبالمجد لهذا فانه يسرنى ان يطبق المسلمون القول بالعمل وان تكون الشقيقة الباكستانية فى طليعة الدول الاسلامية التى تعد العدة للمحافظة على عظمة الاسلام وما يجب ان يكون عليه المسلمون ولهذا فنحن لا نعتبر هذه المدرعات لكم فحسب بل لنا ولكم ولجميع المسلمين" لقد سر قائد المدرعة من هذه النصيحة السامية و اللفتة الكريمة وتأثر بها تأثراً بالغاً"

حقاً ان القرآن المجيد خير سلاح للمسلمين ولكن المسلمين أهملوا هذا السلاح وغفلوا عنه وتركوا العاربه ومن المعلوم ان السلاح لا يجدى نفعاً ما لم نستعمله وهذا سر تدهور المسلمين وتقهرهم يا ليت قومى يعلمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہایت ضروری اطلاع!

الفرقان کا خاتم النبیین نمبر چھپ رہا ہے!!

بعض ناگزیر حالات کے باعث ماہ اگست و ستمبر کا الفرقان یعنی "خاتم النبیین نمبر" ابھی زیرِ طباعت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند دنوں تک احباب کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔

پوری کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ نمبر ٹھوس اور مضبوط ترین معلومات کا مجموعہ ہو اور جب اس کا ایک دفعہ مطالعہ کر لیا جائے تو مسئلہ ختم نبوت پر قرآنی روشنی کی رُو سے عبور حاصل ہو جائے۔ دراصل اسی نصب العین کے حصول کی خاطر اس خاص نمبر کی اشاعت میں یہ تعویق پیدا ہوئی ہے ؎

دیر آید درست آید

توقع ہے کہ ہمارے کرمفرما احباب ہماری مشکلات کے پیش نظر اس التوا کو قابلِ درگذر سمجھیں گے۔ جزاھم اللہ خیراً۔

خاتم النبیین نمبر پورے سو صفحات پر عمدہ کاغذ پر شائع ہو رہا ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ اشاعت کی غرض سے پانچ نسخے یا زیادہ کے خریداروں سے بارہ آنہ فی نسخہ کے لحاظ سے قیمت لی جائے گی۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ کوئٹہ سے جناب شیخ کریم بخش صاحب اور ان کے فرزند شیخ محمد حنیف صاحب نے اس نمبر کیلئے اڑھائی صد روپیہ بھجوایا ہے تاکہ وہ اس نمبر کے پرچے احباب میں پھیلا سکیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دینی و دنیوی برکات عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ امر تمام خریدار احباب نوٹ فرما لیں کہ جن احباب نے قیمت رسالہ ادا نہیں فرمائی انہیں خاص نمبر بصیغہ وی پی ارسال ہوگا۔ احباب سے پورے تعاون کی درخواست ہے۔ خاکسار:۔ ابوالعطاء جالندھری

الفرقان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء

فہرست مضامین

(ابوالعطاء جالندھری ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر نے خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا میں چھپوا کر دفتر رسالہ الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۲ | الفرقان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۰

عورت کا مقام قرآن مجید کی روشنی میں!

مفتی مصر اور مولانا ابو الکلام آزاد کے بیانات پر تبصرہ

(۱)

انسانی زندگی کے دو جزء ہیں۔ انسانیت کی گاڑی انہی دو پہیوں پر چلتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حیاتِ بشری کا دار و مدار مرد و عورت دونوں پر ہے۔ عورت کا وجود بھی انسانی زندگی کے لئے اتنا ہی اہم، اتنا ہی ضروری اور اتنا ہی بنیادی ہے جتنا کہ مرد کا وجود۔ بلکہ بعض پہلوؤں کے لحاظ سے اِس بارے میں عورت کو گونہ امتیاز حاصل ہے۔

اِس صداقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے آقا سید البشر حضرت خاتم النبیین محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر عورت کے حقوق کا اعتراف موجود نہ تھا۔ وہ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہونے کے باوجود بے حرمت تھی حقوق سے محروم تھی۔ مذہبی دُنیا میں بھی اس کا احترام مفقود تھا۔

مذاہبِ عالم میں سب سے پہلا مذہب جس نے عورت کے حقوق کا باقاعدہ طور پر اعلان کیا اسلام ہے۔ قرآن مجید نے اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی کہکر عورت کے بنیادی مقام کو مرد کے برابر تسلیم کیا۔ جو جاہل لوگ لڑکی کی پیدائش کو منحوس خیال کرتے تھے اور اس کی پیدائش کے دن کو ماتم سمجھتے تھے اُن کی عقل کا ماتم کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ یہ لوگ کیسا غیر معقول اور کتنا بے ہودہ فیصلہ کرتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو دینی، ثقافتی اور تمدنی حقوق میں مرد کے مساوی قرار دیا ہے۔ البتہ جسمانی بناوٹ اور ذہنی قویٰ کے اعتبار سے مرد و عورت میں جو طبعی تفاوت موجود ہے اس کے پیشِ نظر اور قانونِ قدرت کی مطابقت میں اسلام نے بعض امور میں کچھ فرق رکھا ہے جس کا مقصد تقسیم کار کے سوا اور کچھ نہیں۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے عورت اور مرد کے دائرۂ عمل میں قدرے اختلاف ہے۔ اس بات کو نظر انداز کر کے اگر مرد عورتوں کے دائرۂ عمل میں دخل کریں گے تو ناکام رہیں گے اور اسی طرح اگر عورتیں قدرتی تفاوت کے لحاظ کے بغیر مردوں کے دائرۂ عمل میں گھسنے کی کوشش کریں گی تو ایک غیر طبعی حالت پیدا ہو جائیگی اور آخر کار یہ کوششیں ناکام رہیں گی۔

اسلام نے عورت کے حقوق کے بارے میں جو بے مثال

۱؎ الحجرات

۲؎ النحل ۵۹

طریق اختیار کیا ہے اس کا مطالعہ کرنیوالا ہر منصف مزاج غیر مسلم بھی اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ "پاکستان بھگوت گیتا سوسائٹی" بنگال نے اپنے پمفلٹ میں "امرت پترکا" الہ آباد کے نادرہ ادویہ کی مذمت کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ:۔

"None in history has done for woman kind what Hazrat Mohammad has done for the fair sex."

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء)

یعنی:۔ "رسول پاک نے صنفِ نازک کی بہبود کے لئے جو کچھ کیا اس کی تمام عالم میں مثال نہیں ملتی۔"

(نوائے وقت ۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

اس سے قبل بھی ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے اس امتیاز کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

(۲)

اسلام نے انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول قرار دیا ہے۔ اس مقصد کے لئے باقی تمام اشیاء بطور آلہ کے ہیں۔ اسلامی نقطۂ خیال سے یہ دنیا اور اس دنیا کی تمام چیزیں انسان کا مقصود بالذات نہیں یہ چیزیں تو انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ قرآن مجید آخرت کی دائمی زندگی کو ہی حقیقی زندگی قرار دیتا ہے۔

اس مقصدِ حیات کے حصول کے بارے میں عورت یا مرد میں ذرہ بھر تفریق نہیں۔ قرآن مجید اس بارے میں کھلے طور پر کامل مساوات کا اعلان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(النحل ۹۷)

کہ نیک اعمال بجالانے والوں کو وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں ایماندار ہونے کی صورت میں ہم انہیں ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے کاموں سے بہتر اور بڑھ چڑھ کر اجر دینگے۔

(۲) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (آل عمران ۱۹۵)

ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہ ہونے دوں گا تم باہم ایک دوسرے سے ہو۔ پس جن لوگوں نے ہجرت کی

اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ
میں ان کو اذیت پہنچائی گئی۔ انہوں نے
فی سبیل اللہ جنگ کی اور شہید ہوئے ہیں انکی
سابقہ بدیوں کو ڈھانپ دوں گا اور انہیں
ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے ساتھ
نہریں بہتی ہوں گی یہ اللہ کی طرف سے بدلہ ہے
اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین بدلہ موجود ہے۔

(۳) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ (النساء ۱۲۴)

جو بھی نیک کام کریں گے خواہ وہ مرد ہوں
یا عورتیں ہوں وہ سب ایماندار ہونیکی صورت
میں جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کسی قسم
کا ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا۔"

ان تینوں آیات میں نہایت صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ
جہاں تک زندگی کے مقصد کے حصول کا سوال ہے اس
میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں
سب کے لئے یکساں طور پر یہ راہ کھلی ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے
ذرائع سے مساوی طور پر اس مقصد کو حاصل کرسکتا ہے۔
پس اسلام اصل مقصد کے لحاظ سے مرد و عورت میں کامل
مساوات کا علمبردار ہے۔

(۳)

دنیوی نظام میں طبائع، قوتوں اور ضرورتوں کے
فرق کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں
ایک درجہ کا فرق تسلیم کیا ہے۔ فرماتا ہے:-

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (البقرہ ۲۲۸)

کہ جس طرح عورتوں کے ذمے حقوق ہیں
اسی طرح ان کے لئے بھی مردوں کے ذمے
حقوق ہیں ہاں مردوں کو عورتوں پر ایک فوقیت
حاصل ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

اگر یہ سوال ہو کہ وہ فوقیت کیا ہے اور اس کی کیا وجہ
ہے تو قرآن مجید خود فرماتا ہے:-

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ (النساء ۳۴)

کہ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے حقوق
کے نگران ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو
طبعی قوتوں کے لحاظ سے فوقیت عطا فرمائی
ہے اور اسلئے کہ وہ اخراجات مہیا کرنے کے
ذمہ دار ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں جہاں اس فرق کی وضاحت کی گئی ہے
اور اسے محض اضافی قرار دیا گیا ہے وہاں اس کی وجہ بھی
بتلادی گئی ہے۔ فرمایا کہ اس فرق کا موجب ہر دو کے
دائرہ عمل کا اختلاف ہے۔ مرد اپنے جسمانی قوٰے کے
لحاظ سے امتیاز رکھتے ہیں اور شریعت نے ان پر نان و نفقہ
کی ذمہ داری رکھی ہے۔ اسلئے ضروری ہوا کہ نظام کو چلانے

کے لئے کچھ تفاوت تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرق کے اعلان کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے:۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَ
لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا
اللَّهَ مِن فَضْلِهِ (النساء ۳۲)

کہ مردوں کو اپنے نیک اعمال کا حصہ ملیگا اور عورتوں کو اپنے نیک اعمال کا حصہ تم ہر دو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔"

اسلام نے اصولی طور پر اس ایک فرق کے علاوہ عورتوں کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی ہے اس نے عورت کو حق ملکیت بخشا۔ اسے ورثہ میں وارث قرار دیا۔ تمام احکام میں اسے اپنے دائرہ میں پوری آزادی اور حریت عطا فرمائی۔ غرض تمام تمدنی حقوق میں عورت کے درجہ اور مقام کو اسلام نے تسلیم کیا۔ تمام ثقافتی حقوق میں عورت کے بلند مرتبہ کا اعلان فرمایا۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورتوں کے لئے وحی، الہام اور کشوف کے دروازوں کو کھلا قرار دیا۔ قرآن مجید نے ان پاکیزہ عورتوں کے حالات کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا جو اپنے اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کے قرب کو پاکر تمام آدم زادوں اور حوا زادیوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار پا گئی ہیں۔

اسلام نے جس پاک معاشرہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کا بنیادی اصل یہ ہے:۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ
وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ
وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ
وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَ
الْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ
وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ
وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا
عَظِيمًا ۝ (الاحزاب ۳۵)

ترجمہ۔ تحقیق فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، کامل اور دلی اطاعت کرنے والے مرد اور کامل اور دلی اطاعت کرنے والی عورتیں، راستباز مرد اور راستباز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اللہ کے لئے عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔"

اس آیت سے اسلام کا نقطۂ نگاہ دربارہ مساوات مابین مرد و عورت نمایاں ہو جاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک انسانی معاشرہ کی اصلاح کے لئے عمدہ صفات اور عمدہ خصائل والے

مرد اور عورتیں بنیادی چیز ہیں۔ صفات و خصائل کی یکسانیت مطلوب ہے اور اسلام نے اس کے لئے مردوں اور عورتوں سب کے لئے پورے طور پر دروازے کھلے رکھے ہیں۔

(۴)

گزشتہ دنوں مصر میں عورتوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں اسمبلی اور پارلیمنٹ میں ممبر بننے کا حق دیا جائے مصر کے مفتی نے فتویٰ دیا کہ عورتیں اس مطالبہ میں اپنے دائرہ سے تجاوز کرنا چاہتی ہیں یہ جائز نہیں۔ اس فتویٰ کے خلاف مولانا ابوالکلام آزاد وزیرِ تعلیم بھارت نے بیان شائع کیا کہ اسلام کی رُوح عورت کے اس حق کو تسلیم کرتی ہے ان بیانات کو اپنے رنگ میں ذکر کرتے ہوئے آریہ اخبار "پرتاپ" دہلی لکھتا ہے کہ:۔

"چند دن ہوئے مصر کے مفتی نے فتویٰ دیا کہ اسلام عورتوں کو ووٹ کا حق نہیں دیتا۔ ان کا کام ہے گھر کا انتظام اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کے مجلسی ڈھانچہ میں عورتوں کی جگہ اچھی بیویوں اور اچھی ماؤں کی ہے۔ عورتوں کو مردوں کے فرائض اپنے ذمے نہ لینے چاہئیں مصر کے مفتی کا جواب امام الہند مولانا آزاد نے دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام کا عام رجحان یہ ہے کہ پولیٹیکل یا پبلک زندگی میں مردوں اور عورتوں میں امتیاز نہ رہے اگر اسلامی شرع کے فلسفے یا مسلم سوسائٹی کی تاریخ کو دیکھا جائے تو اسلام مفتی صاحب کے نظریئے کے عین خلاف تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ بات اس جنگ سے ثابت ہوگئی جو تیسرے خلیفہ کی شہادت کے بعد ہوئی۔ اس جنگ کے ایک فریق کے لیڈر چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ تھے اور دوسرے گروپ کی لیڈر رسولؐ کی بیوہ عائشہؓ تھیں۔ کسی نے اُسوقت حضرت عائشہؓ کی لیڈرشپ پر اسلئے اعتراض نہیں کیا کہ وہ عورت ہیں۔ یہ واقعہ رسولؐ کی موت کے بیس سال بعد کا ہے جبکہ صحابہؓ ابھی زندہ تھے۔ پھر تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کئی عورتیں حکومت کے تخت پر بیٹھی ہیں۔ مصر کے مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک مسلم عورت کا آدرش اچھی بیوی اور اچھی ماں بننا ہے۔ یہ سچائی تو ہے لیکن پوری سچائی نہیں۔ آدرش کے طور پر درست ہے کہ عورتیں اچھی بیویاں اور اچھی مائیں بنیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلام نے عورتوں کو اپنا مستقبل وضع کرنے سے روک دیا ہے۔

اسلام کے دو علماء میں جو بحث ہو تیسرا۔ اور پھر وہ بھی غیر مسلم اس میں دخل دینے کا کیسے مجاز ہو سکتا ہے۔ اسے مولانا آزاد کی رائے سے اختلاف ہو تو اور بھی مصیبت کیونکہ اسے اپنے اختلاف کی تائید میں قرآن اور حدیث کے حوالے اور تاریخ کی مثالیں دینی ہوں گی۔ اس صورت میں یہ شکایت ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دلآزاری کی گئی ہے بھارت کی سیکولر حکومت کو اسکے خلاف کارروائی کرنی چاہیئے مولانا نے جو کچھ کہا ہے اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں لیکن ان سے ایک سوال بجا طور پر اور پورے ادب سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ اصول کی حیثیت رکھتا ہے یا استثنیٰ کی۔ اسلام کی

KHILAFAT LIBRARY

تاریخ عورتوں کو زیادہ تر اچھی ماؤں اور اچھی بیویوں کی شکل میں پیش کرتی ہے یا اچھی رانیوں کی۔ اسلامی ممالک میں عام طور پر عورتوں کا درجہ کیا تھا؟ کیا انہیں جو برقع میں ڈالا گیا یا انہیں اپنے مستقبل کے فیصلہ کا حق دیا تھا۔" (پرتاپ ۲۳ مئی ۵۲ء)

ایک اچھی علمی تحقیق پر جب کوئی آریہ اخبار تبصرہ کرنے لگیگا تو وہ یہی انداز اور یہی زبان استعمال کریگا جو "پرتاپ" نے اختیار کی ہے۔

قابلِ غور بات صرف یہ ہے کہ قرآن مجید اور اسلام نے عورتوں کو غیر مردوں سے آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دی۔ بے شک عورتوں کے حقوق مسلّم ہیں۔ ان کیلئے قیادت کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ ان میں سے عندالضرورت حکمران بھی ہو سکتی ہیں لیکن ہر حال میں قرآن پاک کی اس ہدایت کو مدنظر رکھا جائے گا۔

وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن۔ الآیۃ (النور ۳۲)

کہ مومن عورتوں کا فرض ہے کہ غضِ بصر کریں اور پاکدامنی اختیار کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں بجز اسکے جو اضطراراً ظاہر ہو۔ اپنے گریبانوں پر اوڑھنی پہن لیا کریں۔"

قرآن مجید نے پاکدامنی کے اختیار کرنے اور غضِ بصر کرنیکے لحاظ سے مرد اور عورت کو یکساں حکم دیا ہے لیکن عورتوں کے خاص حالات کے پیشِ نظر ان پر یہ مزید پابندی ان کے مفاد کے لئے لگائی ہے کہ وہ غیر مردوں سے آزادانہ خلا ملا نہ کریں بلکہ پردہ کریں۔ اس پابندی کے معقول اور مناسب ہونے کا اندازہ اس قید سے لگایا جا سکتا ہے جو بانی آریہ سماج سوامی دیانند جی نے لڑکوں اور لڑکیوں کے مدرسوں کے بارے میں لگائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"لڑکے و لڑکیوں کے مدرسے ایک دوسرے سے کم از کم دو کوس کے فاصلہ پر ہوں۔ جو استاد، استانیاں اور نوکر چاکر ہوں ان میں سے لڑکیوں کے مدرسہ میں عورتیں اور اور لڑکوں کے مدرسہ میں مرد ہونے چاہئیں زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پائے۔"

(ستیارتھ پرکاش باب سوم ص۳۵)

اسلام نے عورتوں پر ایک طبعی اور فطرت کے عین مطابق پابندی لگائی ہے۔ اور وہ پابندی بھی عورت کے کردار اور مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے تمام حالات میں روحانی، تمدنی اور اخلاقی امور میں بلحاظ حقوق اور ذمہ داریوں کے عورتوں اور مردوں کو مساوی درجہ دیا ہے اور مقصدِ حیات کے حصول میں دونوں کے لئے یکساں طور پر راستے کھلے رکھے ہیں اور ہر ایک کو اپنے ماحول اور حالات کے لحاظ سے ترقی کرنے کا موقع دیا ہے۔

یہ امر در اصل اسلام کے فطری اور عالمگیر مذہب ہونے پر ایک واضح دلیل ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ٭

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر نازل ہونیوالی اصل انجیل

(اور)

ہندوستان میں اُس کی موجودگی کے تاریخی شواہد

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الفرقان جون ۱۹۵۲ء صفحہ ۶)

از جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائل پور

متی حواری۔ اصل انجیل کا مؤلف

قدیم تاریخی شہادتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری متی نے سب سے پہلے اُن الٰہی بشارات اور تعلیمات کو جو آپ کی لسانِ صدق سے صادر ہوئیں ایک کتاب کی شکل دی۔ متی رسول کی یہ مرتبہ انجیل عبرانی زبان کی شاخ آرامی زبان میں پائی جاتی تھی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری یہی زبان بولتے تھے اور اسی زبان میں وحی اُترتی تھی۔

موجودہ متی کی انجیل اصل انجیل نہیں

موجودہ متی کی انجیل کے متعلق علمائے بائیبل کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ متی رسول کی تصنیف نہیں۔ بلکہ یونانی زبان میں ایک الگ تصنیف ہے جو کہ بعد میں متی رسول کی طرف منسوب کر دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ انجیل متی کے نسخوں کے شروع میں یہ لکھا ہوا موجود ہے:- The Gospel according to Mathew

"متی کے مطابق انجیل" یعنی یہ انجیل متی رسول کی اصل انجیل نہیں بلکہ اس کی تعلیم اور نقطۂ نگاہ کے مطابق ہے[۵۱]۔

تاریخی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح ناصریؑ کی آرامی انجیل جو متی رسول نے مرتب کی طیطس رُومی کے حملہ میں عبرانی بولنے والے مسیحیوں کی پراگندگی کے باعث ضائع ہوگئی تو پہلی صدی کے آخر میں کسی شخص نے اصل انجیل کے بچے کھچے مواد، زبانی روایات اور سب سے زیادہ انجیل مرقس کو بنیاد بنا کر یونانی بولنے والے لوگوں کیلئے ایک الگ انجیل مرتب کی جس کا نام "متی کے مطابق انجیل" رکھا گیا[۵۲]۔

عبرانی انجیل کے متعلق علمائے بائیبل کی شہادت

اب ہم علمائے بائیبل کے حوالہ سے وہ قدیم شہادتیں درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کی عبرانی انجیل جسے متی رسول نے مرتب کیا کسی زمانہ میں پائی جاتی تھی بعد میں ضائع ہوگئی۔

---

۵۱ ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا ببلیکا کالم ۱۸۸۹ و ۱۸۹۰

۵۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر متی اردو ایڈیشن از پادری ڈاکٹر ایچ ویوسٹینٹ صفحہ ۲۵

اور مرور زمانہ کے ساتھ نئی نئی انجیلیں منصہ شہود پر آتی گئیں۔

پرنسپل اے۔ جے گریو کا تحقیقی بیان

مشہور و معروف "پیکس تفسیر بائیبل" میں انجیل متی کے مفسر پرنسپل اے۔ جے گریو لکھتے ہیں :-

"مؤرخ یوسے بس" اپنی تاریخ کلیسیا کے ایک مشہور مقام پر "ہیراپولس" کے بشپ پاپیاس (۱۲۵ء) کے یہ الفاظ نقل کرتا ہے :-

"متی نے عبرانی زبان میں لوگیا (یعنی حضرت مسیحؑ کی بشارات اور تعلیمات) قلمبند کیں اور ہر ایک شخص نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق اس کی شرح کی۔"

اسی طرح قدیم (عیسائی مصنف) "ارے نی یس" (۱۸۰ء) اس سے ملتا جلتا بیان دیتا ہے۔ وہ یہ لکھتا ہے کہ جب پطرس اور پولوس روم میں مشن قائم کر رہے تھے تو اس وقت متی نے یہ مجموعہ تیار کیا......

.....(اس کے برخلاف) موجودہ انجیل متی کسی حواری کی تصنیف نہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ موجودہ انجیل متی میں پرانی تحریرات کو بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ متی حواری کو جو کہ سب واقعات کا چشم دید گواہ تھا کیا ضرورت تھی کہ ان تحریرات پر انحصار کرتا۔

موجودہ انجیل متی عبرانی یا آرامی انجیل متی کا ترجمہ بھی نہیں ہے

پاپیاس کے بیان کے مطابق اگر درحقیقت متی نے آرامی انجیل ترتیب دی تھی تو ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح متی کا نام موجودہ انجیل کو دے دیا گیا جس نے اصل انجیل کے کام کو مکمل طور پر اپنا لیا۔"

(پیکس تفسیر بائیبل صـــــ)

پادری جے۔ آر۔ ڈمیلو مفسر بائیبل کی شہادت

صاحب موصوف تفسیر بائیبل کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"ایک بہت قدیم مصنف پے پیاس نامی سن ۱۳۰ء میں گذرا ہے —— اس نے بیان کیا کہ مقدس متی نے الہٰی کلمات عبرانی زبان میں لکھے۔ الہٰی کلمات کے لئے جو لفظ اس نے استعمال کیا (یعنی "لوگیا") اس کے معنی کچھ مشتبہ ہیں۔ لیکن آجکل کے علماء کی یہ رائے ہے کہ مقدس متی کے "عبرانی کلمات" ہمارے خداوند کی تقریروں کا مجموعہ ہو گا نہ کوئی تاریخی بیان۔

مقدس متی کے یہ "کلمات" یونانی ترجمہ میں غالباً پہلی انجیل کے مصنف نے استعمال کئے بلکہ شاید ساری کی ساری وہ کتاب اسی انجیل میں درج ہو گئی۔ اور شاید اسی وجہ سے موجودہ انجیل متی کا یہ نام پڑ گیا "مقدس متی کے مطابق انجیل"۔ (بائیبل کا عام دیباچہ از جے۔ آر۔ ڈمیلو (اردو ایڈیشن صـــ ۲۳)

پادری ڈاکٹر ایچ۔ یو۔ ویسٹینٹن پی۔ ایچ ڈی کی تحقیق

یہ صاحب اپنی تفسیر متی میں لکھتے ہیں:۔

(۱) "مقدس متی کی بابت (قدیم مصنف) پاپیاس یوں لکھتا ہے کہ "متی نے اپنی بشارات کو عبرانی زبان میں تصنیف کیا اور ہر ایک شخص نے ان کی تفسیر اپنے طور پہ کی۔" (تفسیر متی اُردو ایڈیشن صہ ۱۵)

(۲) "فلسطین کے عبری بولنے والے مسیحیوں کے لئے جیسا کہ پاپیاس کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے مقدس متی نے ہمارے خداوند کے اقوال کا ایک عبری مجموعہ معہ اس قدر شرح کے جتنی کہ ان اقوال کے موقع بمحل کی تفہیم کے لئے ضروری تھی قلمبند کیا ۔۔۔۔۔ یروشلم کی بربادی کے بعد جبکہ یہودی مسیحی بتدریج تباہ ہونے لگے تو مقدس متی کی یہ تصنیف بھی تلف ہو گئی۔" (صہ ۲۲)

(۳) "قدیم معلمین متی کی آرامی بشارات کا استعمال کرتے تھے۔" (صہ ۲۵)

(۴) "پاپیاس کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقدس متی کی جس عبرانی تصنیف کا وہ حوالہ دیتا ہے اس میں محض مسیح کے وعظ و اقوال بلا اُس کے کام کے مندرج تھے۔" (صہ ۲۳)

(۵) "(مؤرخ) "یوسے بس" اور یجن (وفات ۲۵۳ سنہ ء) کے حوالہ سے رقمطراز ہے:۔

"پہلی انجیل مقدس متی کی انجیل تھی ۔۔۔۔۔ متی نے ان لوگوں کے لئے جو یہودیوں میں سے ایمان لائے تھے اپنی انجیل عبرانی زبان میں قلمبند کی۔"

"یوسے بس" اپنی رائے اس انجیل کی بابت یوں ظاہر کرتا ہے:۔

"مقدس متی نے اوّلاً مسیحی اصولِ دین کی اشاعت عبرانیوں میں کی۔ اور جب وہ دوسرے لوگوں میں اشاعت کی غرض سے جانے والا تھا تو اُس نے اپنی انجیل کو جو اُس نے اپنی مادری زبان میں قلمبند کی تھی اُن لوگوں کے سپرد کر دیا تاکہ وہ کمی جو اُس کی جُدائی سے ہونے والی تھی اس انجیل کی موجودگی سے پُوری ہو جائے۔" (صہ ۲۵)

(۶) "انجیل متی کا یہ عبرانی نسخہ بہت ہی ابتدائی زمانہ میں تلف ہو گیا۔ یہاں تک کہ پاپیاس بھی اسکے دیکھنے کا ذکر نہیں کرتا۔ ۔۔۔۔ (یہ نسخہ) غالباً رسولی زمانہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عبرانی مسیحیوں کیلئے چھوڑ دیا گیا جو بہت جلد ختم ہو گئے۔" (صہ ۲۵)

پروفیسر جیمس ہوپ کی رائے

پیکس تفسیر بائیبل میں پروفیسر جیمس ہوپ "نئے عہد نامہ کی زبان" کے نام سے جو مقالہ لکھتے ہیں اس میں لکھا ہے:۔

"اس پر ہم شبہ نہیں کر سکتے کہ مسیح اور اُن کے حواری آپس میں آرامی میں گفتگو کیا کرتے تھے۔۔

ہم یہ خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر متی نے عبرانی زبان یعنی آرامی میں کلماتِ الٰہیہ کو جمع کیا۔ جیسا کہ پاپیاس نے شہادت دی ہے تو اوّلاً یہ جنوبی فلسطین کے لوگوں کے لئے مجموعہ تیار کیا گیا جو اپنے قومی تفاخر کے باعث یونانی کو آسانی سے برداشت نہ کر سکتے تھے۔" (پیکس تفسیر بائیبل صـ۵۹۲)

علمائے بائیبل کی آراء پر تبصرہ

متی حواری کی مرتب کردہ حضرت مسیح ناصریؑ کی آرامی انجیل کے متعلق ہم نے علمائے بائیبل کی تحقیق کا نچوڑ اُوپر درج کر دیا ہے سب علمائے بائیبل اس امر پر متفق ہیں کہ متی حواری نے سب سے پہلے حضرت مسیح ناصریؑ کی انجیل کو ایک کتاب کی شکل دی۔ یہ انجیل ابتدائی معتقدین کے استعمال میں رہی بعد میں حوادثِ زمانہ کی نذر ہو گئی اور اس کی بجائے مختلف اناجیل رواج پاگئیں۔

اِس انجیل کے لئے قدیم مصنفین نے "لوگیا" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً مقدس پاپیاس[۵] پہلی صدی کے دوسرے رُبع میں اپنی کتاب "لوگیا کی تشریح" میں لکھتا ہے کہ:۔

"متی نے عبرانی زبان میں لوگیا مرتب کی اور ہر شخص نے اپنی اپنی لیاقت کے مطابق اسکی شرح کی۔"

اِسی طرح پولی کارپ جو کہ یوحنا رسول کا شاگرد تھا ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ مسیحؑ کے لوگیا کو توڑتے مروڑتے اور خراب کرتے ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ لوگیا) "لوگیا" یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے بنیادی معنی "کلامِ خدا" (oracles) کے کئے گئے ہیں۔ (Chambers Twentieth Century Dictionary) اصطلاح میں اس کے معنے حضرت مسیحؑ کی الٰہی بشارات اور تعلیمات کے ہیں۔ مقدس پاپیاس اور پولی کارپ "کی شہادت سے ظاہر ہے کہ یونانی زبان میں حضرت مسیح ناصریؑ کی بشارات اور تعلیمات کیلئے اوّلاً "لوگیا" کا لفظ مستعمل تھا۔ پھر اس غرض کے لئے یونانی لفظ "انجیل" مشہور ہوا۔

لوگیا اور انجیل دونوں یونانی الفاظ ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کی زبان آرامی تھی۔ آرامی یا عبرانی میں حضرت مسیحؑ کے پیغام کا نام "بسئورای" یا "بُشریٰ" ہو سکتا ہے۔ چونکہ آپؑ کو عام طور پر یونانی بولنے والے لوگوں سے بھی واسطہ

۵۔ پاپیاس ۷۰ء میں پیدا ہوا۔ وہ یوحنا کا شاگرد بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ہیراپولس کے بشپ کے عہدہ پر متمکن ہوا۔ قیصر مارکس کے عہد میں شہید ہوا۔ پاپیاس کی شہرت کا بڑا باعث اس کی وہ تصنیف ہے جس میں اُس نے حضرت مسیح ناصریؑ کے متعلق روایات کو اُن راویوں سے جن کو حواریوں سے ملنے کا موقع ملا دریافت کر کے جمع کیا۔ اس مجموعہ روایات کا نام لوگیا یعنی کلامِ خدا کی تشریح رکھا گیا۔ اِس کتاب کی حفاظت پر چونکہ توجہ نہ دی گئی اسلئے جلد نابید ہو گئی۔ لیکن ابتدائی عیسائی لٹریچر میں اسکے اقتباسات ملتے ہیں۔ مذکورہ مشہور و معروف اقتباس "یوسے بس" اُسقف قیصریہ (وفات ۳۴۰ء) اپنی تاریخ کلیسیا میں نقل کرتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ مسیحی کلیسیا" صـ۲۵، صـ۳۳ و انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ "لوگیا"۔

پڑھتا تھا۔ (پیکس تفسیر بائبل صفحہ ۵۹۲) اسلئے قرین قیاس ہے کہ یونانی بولنے والے لوگوں میں آپ کا پیغام "لوگیا" یا انجیل کے نام سے متعارف ہؤا۔ بعد میں جب عبرانی نسل کے لوگ پراگندہ ہو گئے اور یونانی زبان غالب آگئی تو عبرانی نام بشوری یا بشریٰ کی بجائے اس کا یونانی بدل انجیل مشہور ہو گیا۔ اور باقی نام آہستہ آہستہ متروک ہو گئے۔

قرآن مجید کے نزول کے وقت چونکہ مسیح کے پیغام کا نام انجیل مکمل طور پر رواج پا چکا تھا اسلئے قرآن مجید نے یہی نام استعمال کیا۔ ویسے قرآن مجید میں آیت و مبشراً برسول ...... الخ اور حدیث انا بشارۃ عیسےٰ کے الفاظ میں حضرت مسیح کی پیشگوئی اور پیغام کے لئے بشارت کے لفظ کی تخصیص سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت مسیح کے پیغام کا نام اُن کی اپنی زبان میں بُشریٰ تھا۔ اور وہ اسلئے بشریٰ اور بعد میں انجیل کہلایا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بروزِ کامل مسیح موعود کے آنے کی بشارت پر مشتمل تھا۔

پولی کارپ اور پاپیاس کی شہادت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی لوگیا کی لوگوں نے مختلف تعبیریں کیں، توڑا مروڑا اور خراب کیا۔

پولوس رسول بھی یہی شہادت دیتا ہے کہ بعض لوگ مسیح کی انجیل کو بگاڑ دینا چاہتے ہیں اور باطل انجیل کی طرف مائل کر دینے کی کوشش میں ہیں۔ (گلتیون باب ۱ آیت ۹)

یہ سب شہادتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ حضرت مسیح کی انجیل سب سے پہلے متی رسول نے مرتب کی۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا، تاویلات سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا اور تحریف و الحاق سے آپ کے پیغام کو مسخ کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ان سے چھین گئی اور ان میں مختلف اناجیل رواج پا گئیں۔ جن کے باعث حضرت مسیح ناصریؑ کا اصل پیغام اختلافات کی نذر ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

کیا لوگیا صرف اقوالِ مسیح کا مجموعہ تھا؟

لوگیا کے اصل معنی کلامِ خدا کے ہیں [۲] لیکن چونکہ عیسائیوں کے پاس کلامِ خدا نہیں بلکہ صرف احادیثِ مسیح ہیں اسلئے

---

[۱] گاسپل کے لفظ کے نیچے انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں جو نوٹ درج ہے اس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ نے بالکل ممکن ہے کہ اپنی انجیل کے لئے کوئی آرامی اصطلاح استعمال کی ہو کیونکہ آپ کی زبان آرامی تھی اور یہ کہ یہ عبرانی اصطلاح یسعیاہ ۶۱ میں وارد ہوئی ہے +

[۲] لوگیا کے اصل معنوں کے لئے ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ "Matthew" کے مندرجہ ذیل الفاظ:-

"Logiam" کا لفظ یونانی عہد عتیق میں "کلمہ خدا" کے معنوں میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ عیسائیوں میں یہ اصطلاح "خدا و ند مسیح کے کلمات" کے معنوں میں مستعمل ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عیسائی علماء اس طرف گئے ہیں کہ لوگیا میں صرف حضرت مسیحؑ کے اقوال شامل تھے۔ لیکن دراصل متی کے مرتب کردہ "الٰہی کلمات" میں حضرت مسیحؑ کی بشارات اور تعلیمات جو کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئیں دونوں شامل تھیں۔ لوگیا کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں کلام خدا بھی موجود تھا اور حضرت مسیحؑ کی بشارات و تعلیمات بھی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لوگیا پر جو نوٹ دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقوالِ مسیحؑ یا احادیثِ مسیحؑ ایک الگ تصنیف تھی جس کے بعض قطعات آثارِ قدیمہ سے برآمد ہوئے ہیں جو کہ "پیپی رس" یا بھوج پتر پر لکھے ہوئے ہیں۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ جس طرح یہود میں تورات الگ ہے اور کتاب حدیث طالمود الگ۔ مسلمانوں میں بھی قرآن و حدیث جُدا جُدا ہیں اسی طرح ابتدائی عیسائی لٹریچر میں اگر ایک طرف حضرت مسیحؑ پر نازل ہونے والے الٰہی کلمات یا بشارات لوگیا اور پھر انجیل کے نام سے مشہور ہوئے تو دوسری طرف آثارِ قدیمہ کی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک ایسا مجموعہ بھی تیار کیا گیا جو اقوالِ مسیحؑ یا احادیثِ مسیحؑ کا درجہ رکھتا تھا۔ پولوس رسول بھی مسیحؑ کی انجیل اور اقوالِ مسیحؑ کا ذکر الگ الگ کرتا ہے۔

گلیتیون ۱/۹ میں واضح طور پر مسیحؑ کی انجیل کا ذکر ہے لیکن مندرجہ ذیل حوالہ جات میں مسیحؑ کے اقوال (Word of the Lord) کا ذکر ہے۔ (تھسلنیکیوں اول ۴/۱۵ کرنتھیوں اول ۷/۱۱) انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں بائیبل پر جو مقالہ دیا گیا ہے اس میں (Sayings of Jesus Christ) کے عنوان کے نیچے لکھا ہے:۔

"Paul quoles a "Word of the Lord" as indisputably authoritative"

یعنی "پولوس مسیحؑ کے کلام یا اقوالِ مسیحؑ کو ایک قطعی سند کے طور پر پیش کرتا ہے۔"

اسی طرح پادری ڈاکٹر ایچ۔ پروٹسٹنٹ تفسیر متی میں لکھتے ہیں۔ "مقدس لوقا پولوس رسول کے ساتھ ہمسفر رہتا تھا۔ اُسے مسیحؑ کے اقوال کا ایک مجموعہ ملا جو دوسرے انجیل نویسوں کو میسر نہ تھا۔" (تفسیر متی اُردو صہ ۲۸) چنانچہ مصر سے جو قطعات ملے ہیں وہ محض احادیث مسیحؑ ہیں۔ ہر قول سے پہلے "مسیحؑ نے یہ کہا" کے الفاظ آتے ہیں۔ ان قطعات کا ترجمہ انسائیکلوپیڈیا میں دیا گیا ہے۔ ایک نظر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ محض حضرت مسیحؑ کے اقوال ہیں۔ اس مجموعہ میں ہی ان اقوال کے لئے لوگیا کی بجائے اس سے ایک مختلف یونانی لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن متی کی مرتب کردہ لوگیا محض اقوال نہ تھے بلکہ وہ ان بشارات اور تعلیمات پر مشتمل تھی جو آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئیں۔ کیونکہ یہ

بقیہ حاشیہ: "کلماتِ خدا" کے معنوں میں اِس اصطلاح کا استعمال جو کہ عہد جدید میں "رومیوں" ۳/۲ میں ہوا ہے....."

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ "لوگیا" کے بنیادی معنے "کلام خدا" کے ہیں۔ چونکہ عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدائی کا درجہ دیا اسلئے اُن میں مسیحؑ کے کلمات کیلئے بھی یہ اصطلاح مستعمل ہے۔ بہرکیف یہ مسلّم ہے کہ لوگیا کے لغوی معنے "کلام خدا" کے ہیں+

قرینِ قیاس ہی نہیں کہ ایک حواری حضرت مسیحؑ کی انجیل مرتب کرنے کے ارادہ سے بیٹھے اور وہ صرف آپؑ کے حکیمانہ اقوال جمع کردے اور الٰہی کلام اور بشارات اور تعلیمات کو جو کہ آپؑ کے مشن کا خاصّہ تھا نظر انداز کردے۔

انسائیکلوپیڈیا کے مذکورہ حوالہ میں واضح طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آثارِ قدیمہ سے برآمد ہونے والے "پے پی رس" (اقوالِ مسیحؑ کے قطعات) میں لفظ لوگیا استعمال نہیں ہوا بلکہ اقوالِ مسیحؑ کے لئے ایک مختلف یونانی لفظ مستعمل ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ اصطلاح اقوالِ مسیحؑ کے معنوں میں کم از کم ان قطعات میں استعمال نہیں ہوتی۔ انسائیکلوپیڈیا میں زیر لفظ لوگیا مندرجہ ذیل عبارت اس سلسلہ میں قابلِ غور ہے:-

"لوگیا ایک اصطلاحی نام ہے جو کہ اقوالِ مسیحؑ کے لئے مستعمل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مصر سے برآمد ہونے والے اقوالِ مسیحؑ کے قطعات کے لئے بھی یہ نام استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس اصطلاح کا یہ صحیح استعمال ہے یا نہیں۔ یہ اصطلاح بھوج پتر پر لکھے ہوئے اقوالِ مسیحؑ کے قطعات میں اِن معنوں میں استعمال نہیں ہوتی۔ ان قطعات میں ہر قول "مسیحؑ نے کہا" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

(چنانچہ) ۱۹۰۳ء میں برآمد ہونے والے سلسلہ، قطعاتِ اقوالِ مسیحؑ میں لوگیا کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ (اس سے مختلف ایک یونانی لفظ) استعمال ہوا ہے۔"

آگے لکھا ہے کہ عیسائی لٹریچر میں البتہ لفظ لوگیا کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنے روایاتِ مسیحؑ یا اقوالِ مسیحؑ کے ہیں۔ لیکن یہاں غلط استدلال کے باعث یہ مفروضہ قائم کیا گیا ہے۔ ہم بخوفِ طوالت اِس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے صرف یہ عرض ہے کہ جب آثارِ قدیمہ سے ملنے والے مجموعہ اقوالِ مسیحؑ میں مسیحؑ کے اقوال کے لئے لوگیا کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ اس سے مختلف لفظ استعمال ہوا ہے تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ بعد کے عیسائی لٹریچر کی بُنیاد پر لوگیا کے معنے صرف اقوالِ مسیحؑ کے کریں اور وہ بھی ایک غلط استدلال کی بنا پر۔

ہندوستان میں حضرت مسیح ناصریؑ کی عبرانی انجیل

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ متی کی لوگیا حضرت مسیح ناصریؑ کی انجیل تھی جو کہ آپؑ کی بشارات اور تعلیمات پر مشتمل تھی۔ جب طیطس رومی کے حملہ میں کنعان کے مسیحی پراگندہ ہو گئے تو یہ انجیل بھی ضائع ہو گئی۔ لیکن مقامِ غور ہے کہ جہاں وہ مسیحی ہجرت کر کے گئے وہاں اس انجیل کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نظریہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت مسیح ناصریؑ، اُن کی والدہ اور بعض حواری شمال مغربی ہندوستان میں سکونت پذیر تھے اسلئے یہ ثابت ہے کہ یہ مسیحی بھی کنعان سے نکل کر بڑی تعداد میں مغربی ہندوستان کے کسی حصہ میں آباد ہو گئے۔ عیسائی لٹریچر میں ذکر ہے کہ

ان کے پاس متی کی مرتبہ عبرانی انجیل موجود تھی جو کئی سو سال تک اُن کے پاس رہی۔ یہ لوگ زیادہ تر عبرانی نسل کے مسیحی تھے۔ ہندوستان میں یہود چونکہ پہلے سے بھی آباد تھے، حضرت مسیح علیہ السلام اپنی گم شدہ بھیڑوں کو اپنے گلہ میں شامل کرنے کے لئے اِدھر آئے اسلئے کنعان کے عبرانی نسل کے مسیحیوں کے لئے نسلی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے ایک زبردست کشش تھی جو کہ انکو پہلی صدی کے آخر میں ہندوستان کھینچ لائی۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے فیلو آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن اپنی کتاب "تاریخ کلیسیائے ہندوستان" حصہ دوم کے باب اوّل میں قدیم عیسائی لٹریچر سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہودی نسل کے مسیحی ہندوستان میں آئے اور اپنے ساتھ عبرانی انجیل بھی لائے جو کہ اُن کے پاس مدت تک موجود رہی۔ بعض حوالجات درج ذیل ہیں:۔

کنعان سے یہود اور یہودی مسیحیوں کی ہندوستان میں ہجرت

"جنوبی ہند کی ریاست کوچین کے یہود میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ جب ہیکل دوسری دفعہ (سنہ۷۰ء میں) برباد ہوئی ہمارے آباؤ اجداد فاتح کے غضب کے مارے یروشلم سے نکل پڑے اور مردوں، عورتوں، کاہنوں اور یہودیوں کا ایک کثیر گروہ اس ملک میں آیا۔ ان میں سے ایسے اشخاص بھی تھے جو اپنے علم و فضل اور عقل و دانش کے لئے مشہور تھے خدا نے ان کو اس ملک کے راجہ کی نظر میں عزت بخشی اور اُس نے اُن کو "کرنگانور" عطا کیا تاکہ وہاں وہ بود و باش اختیار کریں۔[۱] .... پس نہایت اغلب ہے کہ پہلی اور دوسری صدی میں یہودی مسیحیوں نے بھی تجارت کی خاطر یا کسی ایذا رسانی سے تنگ آکر نقل مکانی اختیار کر لی تھی اور ہندوستان آ بسے تھے۔ جب انہوں نے نقل مکانی اختیار کی تو اپنے ہمراہ مقدس متی کی انجیل کا آرامی نسخہ ہندوستان لے آئے۔ جو (فلاسفر) "پن ٹی نس" (کی آمد ہندوستان سنہ۱۹۰ء) کے وقت تک اُن کے پاس محفوظ تھا۔" (کتاب مذکور ص۲۵، ص۲۶)

اسی طرح اس کتاب میں عیسائی مؤرخ نینڈر کی چرچ ہسٹری کا یہ حوالہ درج کیا گیا ہے:۔

"عبرانی (آرامی) انجیل کا ذکر اِس قیاس کا مؤید ہے کہ یہودی مسیحی بھی اس زمانہ میں مالابار کے ساحل پر آباد تھے۔ یوسے بیس مؤرخ کا بیان ظاہر کرتا ہے کہ اس کے خیال میں جس ہندوستان میں (سکندریہ کا فلاسفر) "پن ٹی نس" گیا تھا وہ عرب سے دُور فاصلہ پر واقع تھا اور اس کا مطلب موجودہ ہندوستان سے تھا۔[۲]"

۱؎ حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو Milne Rae, The Syrian Church in India. P. 137

۲؎ حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو Neander, Church History, VOL. I. P. 114 (Bohn 1853)

عیسائی لٹریچر کی شہادت!

عیسائی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسیحیوں نے ۱۹۰ء میں سکندریہ کے بشپ سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کسی واعظ یا مبلغ کا انتظام کیا جائے۔ ہندوستان کے یہ لوگ یہودی نسل کے مسیحی تھے۔ جن کے آباؤ اجداد مغربی ہند کے کسی گوشہ میں آ بسے تھے۔ ان کے لئے بشپ کی نظر عبرانی نسل کے ایک فلاسفر "پن ٹی نس" پر پڑی جو کہ دوسری صدی کے آخر میں ہندوستان پہنچ گئے۔ وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کے یہودی مسیحیوں کے پاس متی کی مرتب کردہ آرامی انجیل موجود ہے۔

پادری برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"دوسری صدی مسیحی کے آخر میں اناجیل کے آرامی نسخے نایاب ہو گئے تھے۔ جب مقدس پن ٹی نس نے اس نایاب نسخہ کو دیکھا تو اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل پڑا اور اُس نے ہندوستان کی کلیسیا سے یہ نایاب نسخہ مانگا تا کہ وہ سکندریہ کے دینیات کے کالج کے کتب خانہ کی زینت ہو۔[لہ]"

ہندوستان میں عبرانی انجیل کی موجودگی کے شواہد میں قرونِ اولیٰ کے بعض مؤرخین کے حوالہ جات بھی "تاریخ کلیسیائے ہندوستان" میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑا عیسائی مؤرخ قیصریہ کا بشپ یوسی بی اس (Eusebius) ہوا ہے وہ لکھتا ہے:۔

"اس زمانہ (۱۹۰ء) میں سکندریہ کے مومنین کے مدرسہ کا پرنسپل "پن ٹے نس" تھا جس کے علم و فضل کی ہر جگہ دھوم مچی تھی ...... کہتے ہیں کہ جب وہ ہندوستان گیا تو وہاں اس کو ایسے لوگ ملے جن میں (مسیح کے حواری) رسول برتلمائی نے منادی کی تھی۔ اور یہ رسول ان لوگوں کے لئے انجیل متی کا ایک نسخہ عبرانی (آرامی) زبان میں چھوڑ گئے تھے جو اس وقت تک ان کے پاس محفوظ تھا۔ وہ لوگ انجیل متی سے بخوبی واقف تھے۔"

(Euselinuse, Eccl. Hist. BK. V, Chap. X.) بحوالہ تاریخ کلیسیائے ہندوستان حصہ دوم ص۱۰)

اسی طرح مقدس جیروم (از ۳۴۰ء تا ۴۲۰ء) پن ٹی نس فلاسفر کے متعلق لکھتا ہے:۔

"ہندوستان جا کر اُسے معلوم ہوا کہ برتلمائی نے جو بارہ رسولوں میں سے تھا ان لوگوں میں خداوند کی خوشخبری کی انجیل متی کے مطابق منادی کی تھی۔ انجیل کا یہ نسخہ عبرانی (آرامی) زبان میں لکھا ہوا تھا۔ جب "پن ٹی نس" واپس سکندریہ آیا تو وہ اس نسخہ کو اپنے ہمراہ لے آیا ....

لہ تاریخ کلیسیائے ہندوستان حصہ دوم ص۲۷، ص۲۵

......(Jerome Liber de viris Illustribus, ch. 36) بحوالہ تاریخ کلیسیائے ہند ورن حصہ دوم ص ۱۹)

پادری برکت اللہ صاحب اب یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ مقدس "پن ٹے نس" دوسری صدی مسیحی میں بشپ ڈیمٹرس کے حکم سے ہندوستان گئے۔ وہ ہندوستان کے کس گوشے میں پہنچے تھے؟ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

"مؤرخ نینڈر کا قیاس ہمیں معقول معلوم ہوتا ہے کہ جس ہندوستانی کلیسیا کے پاس مقدس پن ٹے نس گئے تھے وہ یہودی نسل کے مسیحی تھے۔ جن کے آباؤ اجداد مغربی ہند کے کسی گوشہ میں آ بسے تھے۔ چونکہ یہ خود عبرانی نسل کے تھے غالباً اسی واسطے بشپ ڈیمٹرس کی نظرِ انتخاب آپ پر پڑی اور آپ عبرانی نسل کے مسیحیوں کی مدد کرنے کے لئے بھیجے گئے۔" (صـ ۲۳)

پادری برکت اللہ صاحب کی اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی عبرانی انجیل ہندوستان میں موجود تھی۔ جو کہ دوسری صدی کے آخر تک بھی ہندوستانی مسیحیوں کے پاس دیکھی گئی۔ جب ان کے پاس مقدس پن ٹے نس تبلیغ کے لئے گئے تو دوسری صدی کا آخر تھا۔ ارضِ مقدس سے اناجیل کے عبرانی نسخے ناپید ہو چکے تھے اور ان کی جگہ یونانی زبان کی نئی نئی تصنیفات انجیل کے نام سے مشہور ہو رہی تھیں لیکن ہندوستان کے عبرانی نسل کے عیسائیوں کے پاس عبرانی زبان میں اصل متی کی انجیل موجود تھی۔

"لوگیا" میں موجودہ عیسائی عقائد درج نہ تھے

عبرانی انجیل (لوگیا) کی ہندوستان میں موجودگی کے شواہد پیش کرنے کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ لوگیا سے موجودہ عیسائی عقائد کی مطلقاً تائید نہ ہوتی تھی۔

(۱) لوگیا تو مدت سے تلف ہو گئی لیکن اس کا جو مواد متی اور لوقا کی انجیل میں آ گیا ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے S. V. Mc Casland لکھتے ہیں:۔

"It is a very surprising fact that there is not a single reference to the resurrection of Jesus in all that material." (The Resurrection of Jesus, (1932, P 131

یہ ایک نہایت حیران کن حقیقت ہے کہ اس ریکارڈ میں (جو کہ لوگیا سے اخذ کیا گیا) مسیح کے مر کر زندہ ہونے کا ذکر کلیۃً مفقود ہے۔

(۲) متی اور لوقا کے بعد لوگیا سے "عبرانیوں کی انجیل" میں پورا پورا استفادہ کیا گیا۔ معاملہ در اصل یہ ہے کہ جب

حضرت مسیح ناصری کی اصل انجیل ضائع ہوگئی تو اس کے بچے کھچے حصوں اور زبانی روایات سے اس انجیل کو دوبارہ عبرانی زبان میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ "عبرانیوں کی انجیل" اسی نکتہ نظر سے لکھی گئی۔ یہ انجیل لوگیا کے اتلاف سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے لئے منصۂ شہود پر آئی۔ اس انجیل کو ابتدائی عیسائی موحدین استعمال میں لاتے تھے۔ اس انجیل سے وہ یہ ثابت کیا کرتے تھے کہ عیسائیت بگڑ چکی ہے۔ الوہیتِ مسیح کا عقیدہ حضرت مسیح ناصری کی تعلیمات سے ثابت نہیں۔

ناصری فرقہ اور ابیونائٹ فرقہ سے تعلق رکھنے والے موحدین توحید اور بشریت مسیح کے ثبوت میں یہی عبرانی انجیل پیش کیا کرتے تھے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دی اپاکرفل نیو ٹسٹامنٹ از ایم۔ آر جیمس ص۱۴ و ص۱)

(۳) تاریخ سے ثابت ہے کہ ہندوستان کے ابتدائی عیسائی جن کی تعلیم و تربیت عبرانی انجیل کے مطابق ہوئی تھی موحد تھے۔ وہ موجود الوقت عیسائی عقائد سے واقف بھی نہ تھے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

(1) "W. R. Phillip The thirty four Conferences, between the Danish Missionaries and the Malabar Brahmans (Christians) in the East India) XV.

(2) Christian Researches in India, 375

(3) Gibban Rise and fall of the Roman Empire Vol. VI, 52.

(4) تاریخ کلیسیائے ہندوستان حصہ دوم از برکت اللہ ایم۔ اے ص۱ تا ص۱۰

ان تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگیا اور اس کے تتبع میں لکھی جانے والی "عبرانیوں کی انجیل" بگڑے ہوئے عیسائی عقائد سے پاک تھی۔

(باقی دارد)

بقیہ ٹائیٹل ص۳

کی پاکیزہ زندگی کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ اسلام کے ظہور کے وقت تلوار تو دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں تھی مسلمان تو کمزور اور مظلوم تھے وہ تو ہجرت کرنے اور اپنے وطن کو ترک کرنے پر مجبور تھے۔ ہماری تحقیق میں اسلام پر اس سے بڑا جھوٹا الزام کوئی نہیں لگا سکتا کہ اسلام کی اشاعت کو تلوار کا رہینِ منت قرار دیا جائے۔ ہم آریہ پنڈت صاحب سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ ذرا غور کر کے بتائیں کہ اسلام کو اپنے پانچ اصولوں (اللہ۔ فرشتے۔ کتابیں۔ رسول قیامت) میں کس اصل کے منوانے کیلئے تلوار اٹھانے کی ضرورت پیش آئی تھی؟ کیا اس اصل کو عقل اور دلیل سے منوایا نہ جا سکتا تھا؟ اور کیا قرآن مجید نے ان میں سے ہر اصل کیلئے دلائل کے انبار جمع نہیں کر دیئے۔ پھر اسے جبر و تشدد کی ضرورت کیونکر پیدا ہو سکتی تھی؟ پس یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کا دخل ہے۔

قرآن مجید کا قانونِ وراثت

ورثاء کے حصص معلوم کرنے کا گوشوارہ

ذیل کا گوشوارہ ہمارے استاذ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے مرتب فرمایا ہے۔ اس نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرنیوالے کے ترکہ میں سے کسی وارث کو مختلف صورتوں میں کتنا حصہ ملیگا۔ علم میراث کی اصطلاح میں کسی وارث کے عصبہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ سارے یا باقی سارے مال کا وارث ہی ہوگا۔ عنقریب اسلام کے قانونِ میراث پر ایک مبسوط مقالہ بھی الفرقان میں شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ ——————— (ایڈیٹر)

نمبر شمار	نام ورثاء	جب کوئی اور وارث نہ ہو	" ایک یا کئی بیٹے بھی ہوں	" بیٹی ہو	" بیٹیاں ہیں	" پوتا یا پوتے ہیں	" پوتی ہو	" پوتیاں ہیں	" بہن حقیقی ہو	" کئی بہنیں حقیقی ہیں	" بھائی حقیقی ہو	" کئی بھائی حقیقی ہیں	" بہن باپ کی طرف سے ہو	" بہنیں باپ کی طرف سے ہیں	" بھائی باپ کی طرف سے ہو	" کئی بھائی باپ کی طرف سے ہیں	" بہن یا بھائی ماں کی طرف سے ہو	" کئی بہن بھائی ماں کی طرف سے ہیں	" ماں ہو	" دادی ہو	" نانی ہو	" بیوی یا بیویاں ہیں	" خاوند ہو	" باپ ہو	" دادا ہو
		۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
۱	بیٹی کے لئے	۱/۲	عصبہ	۲/۳	۲/۳	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۲	دو یا زیادہ بیٹیوں کیلئے	۲/۳	عصبہ	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۳	ایک پوتی کے لئے	۱/۲	×	۱/۶	×	عصبہ	۲/۳	۲/۳	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲
۴	کئی پوتیوں کے لئے	۲/۳	×	۱/۶	×	عصبہ	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳
۵	بہن حقیقی کے لئے	۱/۲	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	۲/۳	۲/۳	عصبہ	عصبہ	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	×	×
۶	حقیقی بہنوں کیلئے	۲/۳	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	×	×
۷	بہن باپ کی طرف سے	۱/۲	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	۱/۶	×	×	×	۲/۳	۲/۳	عصبہ	عصبہ	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	×	×
۸	بہنیں باپ کی طرف سے	۲/۳	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	۱/۶	×	×	×	۲/۳	۲/۳	عصبہ	عصبہ	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۲/۳	×	×

۹	بہن یا بھائی ماں کی طرف سے	1/6	×	×	×	×	×	×	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/3	1/3	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	×	×
۱۰	کئی بہنیں یا بھائی ماں کی طرف سے	1/3	×	×	×	×	×	×	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	×	×
۱۱	ماں کے لئے	1/3	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/6	-	1/3	1/3	* باقی کا 1/3	* باقی کا 1/3	1/3	1/3
۱۲	نانی ایک یا کئی کیلئے	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	×	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6
۱۳	دادی ایک یا کئی کیلئے	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	×	1/6	1/6	1/6	1/6	×	1/6
۱۴	ایک بیوی یا کئی بیویوں کیلئے	1/4	1/8	1/8	1/8	1/8	1/8	1/8	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	-	1/4	1/4
۱۵	خاوند کے لئے	1/2	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	-	1/2	1/2
۱۶	باپ کے لئے	عصبہ	1/6	1/6 + عصبہ	1/6 + عصبہ	1/6	1/6 + عصبہ	1/6 + عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	-	عصبہ
۱۷	دادا کے لئے	عصبہ	1/6	1/6 + عصبہ	1/6 + عصبہ	1/6	1/6 + عصبہ	1/6 + عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	-
۱۸	لڑکا یا لڑکوں کیلئے	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ
۱۹	پوتا یا پوتوں کے لئے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ
۲۰	ایک یا کئی بھائی حقیقی کیلئے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
۲۱	ایک یا کئی بھائی باپ کی طرف سے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	⊛ عصبہ	⊛ عصبہ	×	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
۲۲	چچا ایک یا کئی ہوں تو ان کیلئے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	⊛ عصبہ	⊛ عصبہ	×	×	عصبہ/×	عصبہ/×	×	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×

علامتوں کی تشریح:-

(۱) ⊛ اگر بہن خود عصبہ ہو تو باپ کی طرف سے جو بھائی ہوں گے وہ گر جائیں گے۔ اگر بہن وارث ہو تو پھر یہ عصبہ ہوں گے۔ * بیوی یا خاوند ہو اور ماں باپ ہو تو بیوی اور خاوند کا حصہ دیکر باقی کا 1/3 ماں کو ملیگا۔

(۲) 1/6 + عصبہ:- یعنی پہلے بطور وارث کے 1/6۔ اور اگر اصحاب الفرائض سے کچھ بچ گیا تو وہ بھی لے لیگا۔ جیسے باپ بیٹی بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ۔ عصبہ/× یہ اس بات کی علامت ہے کہ ایک حالت میں گر جاویں گے اور دوسری میں وارث بطور عصبہ ہوں گے۔

(۳) × اس سے مراد یہ ہے کہ یہ وارث دوسرے وارث کے ساتھ مل کر کچھ نہیں لیگا۔ جیسے بھائی بیٹے کے ساتھ یا باپ کے ساتھ۔

قرآن مجید اور بہائی تحریک

اہلِ بہاء کے مسلّمات کی رو سے باب کا دعویٔ مہدویت میں کاذب ہونا ثابت ہے

بہائی رسالہ "بشارت" کراچی میں ایک مضمون "حضرت ب سچے مہدی موعود تھے" کے عنوان سے شائع ہوا ہے ہائیوں کی طرف سے یہ مضمون علیحدہ اشتہار کی صورت ں بھی شائع ہو رہا ہے۔

اس اشتہار میں سچے مہدی موعود کی علامات یہ لکھا ہے:-

لف) "امام مہدی کے ظہور سے پہلے اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف تحریر باقی رہجائیگی مسلمانوں میں اصلی اسلام اور قرآن شریف کے حقیقی معنے باقی نہ رہیں گے۔"

ب) "امام مہدی صرف وہی حکم دیں گے جو فرشتہ کے ذریعہ خدا ان پر القاء فرمائے گا۔"

ج) "امام مہدی معصوم الحکم ہوں گے۔ آنحضرتؐ کے اثر قدم پر چلیں گے۔"

د) "امام مہدی اُمتِ محمدیؐ سے اور مسلمان ہوں گے۔"

علامات اہلِ بہاء کو مسلّم ہیں اور انہی کے الفاظ ہم نے اوپر درج کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان علامات کے رُو سے جناب علی محمد باب کا اپنے دعویٔ مہدویت ں کاذب ہونا بالبداہت ثابت ہے:-

اوّل مذکورہ بالا پہلے اقتباس سے ظاہر ہے ہ امام مہدی کا نصب العین اسلام اور قرآن مجید کو اصلی شکل اور حقیقی معنے میں قائم کرنا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ باب کی تحریک کس غرض سے تھی اور انہوں نے کیا کام کیا؟

بہائیوں کی درسی کتاب میں لکھا ہے کہ:-

"شریعتِ فرقان بظہور مبارکش منسوخ شد و تشریع شریعتے بدیع فرمودند۔"

(دروس الدیانۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲)

گویا باب قرآن مجید کو قائم کرنے کے لئے نہیں کھڑا ہوا بلکہ اسے منسوخ قرار دینے اور نئی شریعت بنانے کیلئے کھڑا ہوا تھا۔ یہ اعلان منسوخیٔ قرآن بھی باہم سازش سے کیا گیا تھا حشمت اللہ صاحب بائی لکھتے ہیں:-

"اس مصیبت کے وقت میں جبکہ سربرآوردہ تھے انہوں نے مشورہ کر کے ایک عام مجلس شوریٰ منعقد کی تاکہ کوئی فیصلہ کریں اور اس موقع پر ایک بانی میرزا حسین علی نوری جنکو حضرت باب نے بہاء اللہ کا لقب دیا تھا خاص طور پر کامیدہ ثابت ہوئے اور انکی اور قرۃ العین وغیرہ کی کوششوں سے یہ قریب قریب فیصلہ ہو گیا کہ نئے اصولوں پر چلا جائے"

(رسالہ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۶)

اس سازش کے مطابق باب نے جو احکام مرتّب کئے

ان میں اپنی تالیف کردہ شریعت البیان کے علاوہ سابقہ شریعتوں کے پڑھنے پڑھانے کی ممانعت کردی بلکہ جلانے کا حکم دیدیا۔ لکھا ہے:-

(الف) "لا یجوز التدریس فی کتب غیر البیان الا اذا انشئ فیہ مما یتعلق بعلم الکلام" (البیان واحد ۴ باب ۱۰)

کہ البیان کے علاوہ کسی کتاب کے (باستثناء علم کلام کی جدید کتب کے) پڑھنا پڑھانا جائز نہیں"

(ب) عبدالبہاء افندی لکھتے ہیں:-

"در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان ضرب اعناق و حرق کتب و اوراق و ہدم بقاع و قتل عام اِلَّا مَنْ آمَنَ وَصَدَّقَ بود" (مکاتیب جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

کہ باب کے عہد میں گردنوں کا اڑانا، دوسری کتابوں اور اوراق کا جلانا، مکانوں کا گرانا، سوائے مومنین کے باقی سب کا قتل عام کرنا منطوق بیان تھا"

پس چونکہ باب نے اسلام کو قائم کرنے اور قرآنی شریعت کو زندہ کرنے کی بجائے اسلام کو مٹانے اور قرآن مجید کو منسوخ ٹھہرانے کی کوشش کی ہے اسلئے بہائیوں کی مسلمہ پہلی علامت کے رُو سے اس کا کاذب ہونا ثابت ہے۔

دوم۔ باب کا ہرگز یہ دعویٰ نہ تھا کہ فرشتے اس پر اُترتے ہیں اُس نے تو اپنے ہی خیالات اور اپنی ہی تحریرات کا نام الہام اور وحی رکھ لیا تھا چنانچ
لکھا ہے:-

(۱) "وَالَّذِی التحقیق علم انہ لیس یدعی نزول الوحی و ہبوط الملک علیہ"

ترجمہ: تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ باب کا یہ دعویٰ نہ تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور فرشتہ اُترتا ہے" (مقالہ سیاح صفحہ ۴۲)

(۲) "حضرت باب نے بعض موقعوں پر یہ بھی لکھ دیا تھا کہ میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اس وقت تم کو ملے گا جبکہ من یظہرہ اللہ ظاہر ہوگا اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دے گا اور جس کو پسند نہ کرے گا اس کو تم مت کرنا"

(رسالہ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۴)

بہائیوں کے اِن مسلمات کے رُو سے مندرجہ با
علامت دوم بھی باب میں نہیں پائی جاتی اس
وہ صادق مہدی موعود نہیں ہوسکتے۔

سوم۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ باب نے آنحضر
صلے اللہ علیہ وسلم کے اثر قدم پر چلنے کا نہ دعویٰ کیا
اور نہ ہی اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے بلکہ آنحضر
صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق کے سراسر خلاف طریقہ چ
ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض اسلام کی

جزئی کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اس لئے اس کے کاذب اور مفتری ہونے میں کوئی شک نہیں۔

چہارم۔ باب نہ اُمتِ محمدیہ میں سے ہونے کے مدعی ہیں اور نہ ہی مسلمان تھے۔ پس جو شخص قرآن مجید کو منسوخ قرار دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ اور قبلہ کو تبدیل کرتا ہے وہ کیونکر مسلمان ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے اور کون اُسے اُمتِ محمدیہ میں سے سمجھ سکتا ہے؟ اُمتِ محمدیہ میں سے تو وہ ہوگا جو اپنے ہر مرتبہ اور مقام کو سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نتیجہ یقین کرے۔ باب کا نہ یہ دعوےٰ تھا اور نہ ہی بابی ان کو ایسا مانتے ہیں۔ پس بالبداہت ثابت ہے کہ باب بہائیوں کی مسلمہ علامات مہدی موعود کے لحاظ سے بھی جھوٹے اور کاذب تھے۔

اہلِ بہاء سے ایک نہایت ضروری سوال

قرآن مجید نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے مقتول یا مصلوب ہونیکی نفی فرمائی ہے۔ ما قتلوہ وما صلبوہ۔ اور انہیں مقتول کہنے کو موجب لعنت قرار دیا ہے لیکن بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ:-

(۱) "در دست یہود افتاد و اسیر ہر ظلوم و جہول گردید و عاقبت مصلوب شد" (مفاوضات عبد البہاء ص۸۲-۸۳)

(۲) "البتہ مقتول و مصلوب گردد۔ لہذا حضرت مسیح در وقتے کہ اظہارِ امر فرمودند جاں را فدا کردند" (مفاوضات ص۸۶)

اب بہائی لوگ بتائیں کہ جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول اور مصلوب مانتے ہیں تو وہ کیونکر قرآن کے ماننے والے قرار پا سکتے ہیں؟ نصِ قرآنی کے مطابق جملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب یا مقتول نہیں ہوئے۔ ہاں یہود و نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ انہوں نے صلیب پر جان دیدی تھی۔ اس لحاظ سے بہائیوں نے قرآن مجید کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے عقیدہ کو اختیار کر لیا ہے۔

اس جگہ یہ امر بھی حل طلب ہے کہ عبد البہاء صاحب کے مذکورہ بالا قول کے خلاف حضرت مسیح کے متعلق بہاء اللہ لکھ چکے ہیں کہ:-

"وارد شد بر آں جمالِ اقدس آنچہ کہ اہلِ فردوس نوحہ نمودند و بقسمے بر آنحضرت امر صعب شد کہ حق جل جلالہ بارادۂ عالیہ بسماء چہارم صعودش داد" (الواح ص۲۷۹)

اس تضاد کا بہائیوں کے پاس کیا جواب ہے؟

تحقیق اُمّ الالسنہ

(یعنی)

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونے کا قطعی ثبوت

(۵)

(از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور)

عرض حال اب تک چار قسطیں مضمون مندرجہ عنوان کی شائع ہو چکی ہیں اور ابھی تمہیدی امور ہی درج ہوئے ہیں۔ عاجز کا ارادہ تھا کہ ہر ایک اصول کے تحت کثیر مثالیں الفاظ کی دی جائیں تاکہ اصول یا فارمولا مبرہن ہو سکے اور کم از کم ایک سو قسطوں میں یہ مضمون ادا ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک ماہواری رسالہ میں اس طریق پر مضمون کا بیان ہونا مشکل اور طولِ امل ہو گا ؎

وقت کوتاہ و قصہ طولانی!

اسلئے ہر ایک اصول مجملاً بیان ہو گا اور اُس کے تحت مثالیں بھی کم دی جائیں گی۔ غرض یہ ہے کہ تمام اصول ضبطِ تحریر میں آ جائیں اور ان کا شرح و بسط کسی دوسرے وقت پر ڈال دیا جائے۔ و باللہ التوفیق۔ گزشتہ قسطوں میں جو فارمولے بیان ہوئے اب اُن کی تشریح اور ثبوت کا موقع ہے۔

(۱)

دفعِ ابدال

پہلے منن الرحمٰن کی مندرجہ ذیل عبارت قابلِ غور ہے:-

"بعض لوگ اعتراض اُٹھاتے ہیں کہ اگر تمام زبانوں کی جڑ اور اصل ایک ہی زبان کو تسلیم کیا جائے تو عقل اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ صرف ۳-۴ ہزار برس تک ایسی زبانوں میں جو ایک ہی اصل سے نکلی تھیں اس قدر فرق ظاہر ہو گیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض درحقیقت از قبیل بنیاد فاسد بر فاسد ہے ورنہ یہ بات قطعی طور پر طے شدہ نہیں کہ عمر دُنیا کی صرف چار یا پانچ ہزار برس تک گزری ہے اور پہلے اس سے زمین و آسمان کا نام و نشان

نہ تھا۔ بلکہ نظرِ عمیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دُنیا ایک مُدّتِ دراز سے آباد ہے ماسوا اس کے اختلافِ السنہ کے لئے صرف باہمی بُعد زمان یا مکان سبب نہیں بلکہ اس کا ایک قوی سبب یہ بھی ہے کہ خطِ استواء کے قُرب یا بُعد اور ستاروں کی ایک خاص وضع کی تاثیر اور دوسرے نامعلوم اسباب سے ہر ایک قسم کی زمین اپنے باشندوں کی فطرت کو ایک خاص حلق اور لہجہ اور صورتِ تلفّظ کی طرف میلان دیتی ہے۔ اور وہی محرک رفتہ رفتہ ایک خاص وضع کلام کی طرف لے آتا ہے۔ اِسی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ بعض مُلک کے لوگ حرف (ڑا) بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے اور بعض (را) بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ جیسے انسانوں میں مُلکوں کے اختلاف سے رنگوں کا اختلاف، عمروں کا اختلاف، اخلاق کا اختلاف، امراض کا اختلاف ایک ضروری امر ہے ایسا ہی یہ اختلاف بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اُنہی مؤثرات کے نیچے زبانوں کا بھی اختلاف ہے۔ بس یہ خیال ایک دھوکا ہے کہ یہ اختلاف کیوں ہزارہا برس سے ایک ہی حد تک رہا اس سے آگے نہ بڑھا۔ کیونکہ مؤثرات نے جس قدر اختلاف کو چاہا اُسی قدر ہوا۔ اس سے زیادہ کیونکر ہو سکتا۔ یہ ایسا ہی سوال ہے جیسا کوئی کہے کہ اختلاف امکنہ میں رنگوں اور عمروں اور مرضوں اور اخلاق کا اختلاف ہو گیا یہ کیوں نہ ہوا کہ کسی جگہ ایک آنکھ کی جگہ دس آنکھ ہو جاتیں۔ سو ایسے وہم کا بجز اس کے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اختلاف یونہی بے قاعدہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک طبعی قاعدے کے نیچے تھا سو جس قدر قاعدہ نے تقاضا کیا اُسی قدر اختلاف بھی ہوا۔ غرض جو کچھ مؤثراتِ سماوی ارضی کی وجہ سے انسان کی بناوٹ خلق یا خیالات کی طبعی رفتار میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ وہ تبدیلی بالضرورت سلسلۂ کلمات میں تبدیلی ڈالتی ہے۔ لہذا وہ طبعاً اختلاف پیدا کرنے کے لئے مجبور ہوتی ہیں۔ اور اگر کوئی دوسری زبان کا لفظ اُنکی زبان میں پہنچے تو وہ عمداً اُس میں کچھ تبدیلی کر دیتے ہیں۔ پس یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ اپنی خلقت کے لحاظ سے جو مؤثرات ارضی سماوی سے متاثر ہے فطرتاً تبدیل کے محتاج ہیں۔" (منن الرحمٰن صـ۲)

نیز:۔

"اصل بات یہ ہے کہ بولیوں کی تحقیق کی طرف توجہ دلانے والا بجز قرآن کریم کے اور کوئی دُنیا میں ظاہر نہیں ہوا۔ اسی کلام پاک نے یہ فرمایا۔ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے نشانوں میں سے زمین و آسمان کا پیدا کرنا اور بولیوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ درحقیقت خداشناسی کے لئے یہ بڑا نشان ہیں مگر اُن کے لئے جو اہل علم ہیں۔ اب دیکھو کہ کس قدر تحقیق السنہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اسکو خداشناسی کا مدار ٹھہرا دیا ہے۔ کیا کوئی ایسی آیت انجیل میں بھی موجود ہے؟ - میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔"

(منن الرحمٰن صہ ۱۶)

مندرجہ بالا عبارات کسی مزید تفصیل کی محتاج نہیں۔ ظاہر ہے کہ آب و ہوا، اخلاق و عادات وغیرہ کے اثر کے ماتحت مختلف ملکوں کے لہجوں میں فرق واقع ہو گیا ہے عاجز نے جہاں تک غور کیا ہے حروفِ تہجی کے ادا کرنے میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ اکثر نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ ابدال علمائے السنہ کے مسلّمات سے ہیں۔

(۱) ع - ہ - ی - E - A - اعراب کا بدل ہیں۔ نیز حروفِ علت کا۔

(۲) B کا ابدال P - F - V - W - M میں ہوتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ V کو شدید کریں تو W ہوگا۔ W کو ذرا لہجہ پر زور دیکر ادا کریں تو وہ F یا P ہوگا۔ P کی شدت B پر منتج ہوگی۔ اور B کو ذرا زور دیکر ادا کریں تو M ہوگا۔ پس اِن حروف کے ابدال کا سکیل یہ ہوگا

M
B
P
F
W
V

نیچے سے اوپر کو جائیں تو لہجہ شدید ہوتا جائے گا اور اگر اوپر سے نیچے کو آئیں تو لہجہ خفیف ہوتا جائے گا۔ غرضیکہ یہ چھ حروف آپس میں خفت یا شدتِ لہجہ کے لحاظ سے بدل جاتے ہیں۔

(۳) C کبھی K کی آواز دیتی ہے کبھی S کی۔ اور بعض دفعہ g کا بدل بھی ہوتی ہے مگر بہت کم۔

(۴) D کا ابدال ہوتا ہے g - T - S - Z میں۔

گویا اس کا سکیل یوں ہوگا اور یہ بھی لہجے کو خفیف یا شدید کرنے پر منحصر ہے جیسا کہ B کا سکیل اسی طریق پر درج ہوا۔

Z
S
T
D
g

علاوہ ازیں ض کی آواز دیگر زبانوں میں نہیں D اکثر ض کا بدل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ D کا ابدال R میں بھی ہوجاتا ہے مگر شاذ

(۵) G بدلتا ہے g و J و Z و CH میں۔

(۶) H بدلتا ہے K - A میں۔

(۷) J بدلتا ہے Y ۔ G ۔ D میں۔

(۸) K بدلتا ہے S و C ۔ CH میں۔

یہ بڑا اہم تغیر ہے۔ یعنی K کا S میں بدلنا۔ لاطینی حروفِ تہجی میں سے K کو نکال دیا گیا ہے۔ اور اس کی بجائے صرف C کو قائم رکھا گیا ہے۔ جو K اور S دونوں کی آوازیں دیتا ہے۔ اور یہ وہی لہجہ ہے جو عرب کے ایک قبیلے غالباً بنو تمیم کا تھا جو قد جعل ربُّکِ تحتکِ سریّا کی بجائے قد جعل ربُّشِ تحتشِ سریّا پڑھتے تھے۔ یعنی کاف کو شین سے ادا کرتے تھے۔ یہ تغیر بہت اہم ہے۔ اور ہزاروں الفاظ کا حل صرف اتنی سی بات پر موقوف ہے کہ K کی بجائے S یا S کی بجائے K شمار کیا جائے۔

(۹) L اور M اور N آپس میں متبادل ہیں۔

(۱۰) P کا ذکر B کے تحت آچکا ہے۔

(۱۱) Q کا شمار C اور K میں ہے۔ یعنی یہ بھی K یا S کا بدل ہوتا ہے۔

(۱۲) R اکثر L میں بدلتا ہے۔ گویا L اور R متبادل ہیں۔ بعض دفعہ R بدل ہوتا ہے D کا مگر شاذ۔ نیز کبھی R بدلتا ہے S میں۔

(۱۳) S بدلتا ہے K ۔ T ۔ R ۔ CH میں۔

(۱۴) T بدلتا ہے S ۔ D ۔ Z میں۔ T کا تبادلہ S میں بہت کثرت سے ہوتا ہے۔

(۱۵) V اور W کا ذکر B کے تحت آچکا ہے۔

(۱۶) X مرکب حرفِ تہجی ہے۔ کبھی تو KS کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی S یا K کا بدل ہوتا ہے۔

(۱۷) Y بدلتی ہے G میں۔

(۱۸) Z بدلتا ہے D میں اور S میں۔

(۱۹) نُون غنہ حرفِ تہجی نہیں۔ بلکہ ناک کی طرف سے اخراج ہوا ہونے کے سبب ایک زائد آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے ہم زائد اور خارج از شمار سمجھیں گے۔

(۲۰) ہائے مخلوط جیسے (پڑھنا۔ بڑھنا۔ بھاؤ) بھی ایک لہجہ ہے۔ یہ علیحدہ حرفِ تہجی نہیں۔ پس بھ کو ہم ب اور ڈھ کو صرف (ڈ) شمار کریں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

(۲۱) CH یعنی چ عربی حروفِ تہجی میں نہیں۔ CH بدل ہوتا ہے S اور K کا۔ اور جب ہم کہتے ہیں کہ CH = K یا S تو اس کے معنی عربی حروفِ تہجی کی آواز کے لحاظ سے یہ ہوں گے کہ CH برابر ہے ث۔ س۔ ش۔ ص۔ ض اور خ۔ ق۔ ک کے۔ گویا چ آٹھ حروف کا بدل ہوتا ہے۔ یہ بھی بڑا اہم ابدال ہے۔

مندرجہ بالا ابدال عمومی ہیں۔ گو یہ نقشہ ابدال کی مکمل تصویر نہیں لیکن اکثر اور بیشتر اسی طریق پر حروفِ تہجی کا ابدال ہوتا ہے۔ ایک گُر یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ حروف کا ابدال دراصل لہجے کی شدت اور خفت پر موقوف ہے۔ جیسا کہ B اور D کے سکیل کے مطالعہ سے آپ پر واضح

ہوجائے گا۔ اسی طرح دوسرے حروف تہجی کا شکل مختلف آب وہوا کے لحاظ سے بن سکتا ہے۔ دو اصل قریب المخرج حروف آپس میں بدلتے ہیں۔ قدرت خداوندی ہے کہ بہت کم الفاظ ایسے ہیں جن میں دو حروف بدلے ہیں نہ بالعموم ایک حرف ہی تبدیل ہوتا ہے۔ اور یہ شروع کا حرف یعنی عربی لفظ کا (ف) کلمہ ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا ابدال علمائے السنہ کے مسلمات سے ہیں۔ اور انکے متعلق مثالوں کی مفصل کلید میرے پاس موجود ہے لیکن بخوف طوالت یہاں ہر ایک ابدال کی مثال نہیں دیگئی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عربی کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس طریق پر واقع ہوئے ہیں کہ شدید الصوت حروف والے لفظ کے معنے بھی شدید ہوتے ہیں۔ والعکس بالعکس۔ یہ بات دوسری زبانوں میں نہیں۔

بظاہر یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہوگی کہ فلاں حرف کا تبادلہ فلاں فلاں حرف سے ہوتا ہے۔ لیکن عملی لحاظ سے یہ بہت دشوار کام ہے۔ اس کے لئے وجدان صحیح اور لغت عرب پر نظر اور ذوق سلیم اور مہارت اور مزاولت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کسی عجمی لفظ کا عربی ماخذ ملنا بہت مشکل ہے۔ اور اگر ابدال حروف صحیح طریق پر آپ معلوم کرلیں تو عربی ماخذ کا سراغ نکالنا ایک صریح اور صاف بات ہے۔ دراصل یہ فن سراغ رسانی ہے جو مختلف زبانوں کے اتار چڑھاؤ کے تجربہ پر موقوف ہے۔ ہر چند یہ مضمون بہت تفصیل اور وضاحت چاہتا ہے لیکن سردست اسی قدر کافی ہے۔

اس وقت یہ مضمون خشک معلوم ہوتا ہوگا۔ لیکن جب حروف کے ابدال کو عمل میں لایا جائے تو لطف سے خالی نہیں۔ مثلاً اوپر درج ہوا ہے کہ G بدل ہوتا ہے Z کا۔ اب امثلہ ذیل پر غور کرو

Grow = ZR = ذرع - بونا
Gloom = ZLM = ظلام - اندھیرا
Gen = ZN = ضنأ - نسل کی کثرت - اولاد
Glut = ZLT = ذلط - ہڑپ کرجانا
Gleam = ZLM = ظلم - چمک
Gromp = ZRP = ذرافہ - دس یا بیس آدمیوں کا گروہ
Giraffa = ZRF = زرافہ - شتر گاؤ
Glotis = ZLK = ذلخ - چھونا
Goggle = ZGL = زغل - ترچھا دیکھنا
نگرستن (S) NGR = NZR - نظر - دیکھنا

(یہ S حرف وصل ہے تشریح آئندہ آئے گی)

مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ (ف) کلمے میں تغیر ہوا ہے۔ باقی حروف قائم ہیں۔ اسی طرح ہر ایک ابدال کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ یعنی اول تو علمائے السنہ کے مسلمات سے۔ اور پھر اس ابدال کو عربی ماخذ کے دریافت کرنے کے لئے بروئے کار لاکر مندرجہ بالا مثالوں میں عربی لہجہ سبک تھا لیکن عجمی لہجہ گراں ہوگیا۔ یعنی (ذ) (ج اور گ) میں بدلی۔

مثال (۲)

اوپر بیان ہوا ہے کہ B کا بدل V یا W ہوتا ہے

اب اس کی مثالیں دیکھو - یعنی عربی کی (ب) گراں تھی جو عجمی میں (واو) ہو کر سبک ہو گئی -

غُراب - کوا = CRB = Crow

خَلَب - پنجہ پنجے سے پکڑنا = CLB = Claw

قُلّب - ہوشیار - تجربہ کار - = CLB = Clever

خالب - دھوکا دینے والا (er nominative

نوٹ - انگریزی زبان میں Clever اچھے اور بُرے معنوں میں مستعمل ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو ماخذوں کا اختلاط ہو گیا ہے - (یعنی قُلّب اور خالب کا) انگریزی حروفِ تہجی ق اور خ کے فرق کو ادا نہیں کر سکتی - اسلئے یہ اختلاط ہوا - یہاں سے یہ بھی ظاہر ہے کہ عربی زبان کی بدولت آدابِ زباندانی اور وجہ تسمیہ بدرجۂ اتم حاصل ہوتے ہیں - ورنہ Clever کے اچھے اور بُرے معنوں کی کوئی دیگر توجیہہ محال ہے - (اس قسم کا اختلاط سینکڑوں لفظوں میں آئندہ آئے گا)

قبّ - دانت پیسنا = CHB = Chew

چبانا = CHB = " "

ھَاب - ڈرنا خوف کھانا = AB = Awe

بات یہ ہے کہ عرب کہتا ہے خَلَبَ - انگریز کہتا ہے کلو - گویا خ کو خفیف کر کے K اور B کو خفیف کر کے (واو) سے ادا کرتا ہے - اسی طرح مندرجہ بالا دوسرے الفاظ پر غور کرو - مثلاً ھَابَ = آو = awe - لیکن سنسکرت والا مقلوب کر کے ھَاب کو (بھے اور بھو) کہتا ہے - فتدبر!

مندرجہ بالا مثالوں میں Claw کے اندر W بدل ہے B کا لیکن یہی ماخذ Clip اور Clamp میں صحیح شکل میں موجود ہے - یعنی B کا ابدال صرف P میں ہوا ہے -

نوٹ - یاد رہے کہ بعض دفعہ تو ابدالِ حروف لہجے کی قدرتی ساخت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور بعض دفعہ علمائے السنہ التباس یا تجنیس خطی سے بچنے کیلئے بھی ذرا سا ابدال کر لیتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ صدر عبارت میں یہ دونوں نکتے موجود ہیں - اور اسی لئے Clip - Claw اور Clamp میں ذرا سا فرق ہے Clamp کے اندر M غنّہ زائد ہے جو L اور P کے درمیان خود بخود پیدا ہو گیا - (یہ بھی ایک اصول ہے اس کی تشریح آئندہ آئے گی)

مثال (۳)

(ا) عرب کہتا ہے - صَرَخ - چیخنا - انگریز کہتا ہے Shriek گویا S کو شدید کر کے SH کر لیا -

(ب) عرب کہتا ہے صَتّ - چلانا - انگریز کہتا ہے Shout - لہجے نے S کو SH سے ادا کیا - اور فتح کو اشباع دیدی -

(ج) عرب کہتا ہے صَخ - چیخنا - ہندی کہتا ہے چیخنا - گویا ص کو چ سے ادا کیا ہے - اور نا علامتِ مصدری اس پر زائد کی -

(د) عرب کہتا ہے - صَرّ {ثائرہ شور چیخ چیخنا} - انگریز کہتا ہے Cry - گویا S کو K سے ادا کیا - یہ وہی مثال ہے جو قد جعل دبٹ تمتلئ کی بجائے

رتبش تحتیش میں اُوپر بیان ہوئی۔

اُوپر کی مثال ۱ میں عجمی لہجہ عربی لہجے سے شدید ہوگیا تھا۔ اس کے برعکس مثال ۲ میں عجمی لہجہ بہ نسبت عربی کے سبک ہوگیا ہے۔ مثال ۳ میں عجمی لہجہ ذرا دراز ہوگیا ہے۔ غرضیکہ رفع ابدال قاعدہ ہے لہجے کو گراں یا سُبک کرنے کا۔ اور اس طریق پر عربی ماخذ کی سراغرسانی ہوتی ہے۔ اُوپر کی مثالیں محض نمونہ کے طور پر درج ہوئی ہیں اور مفصل تشریح آئندہ ہوگی۔ کیونکہ بہر حال ہم نے تدریجاً تحقیق کا قدم آگے بڑھانا ہے ؎

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

پس زبانوں کا ایک اختلاف اپنے اصل یعنی عربی سے طرز ادا۔ لحن اور لہجے کی وجہ سے ہے حسب منطوق :۔

وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝ +

شرابِ زندگی

(از مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر)

ساقیا مجھ کو پلا ایسی شرابِ زندگی
جس سے ہو آسان مجھ پہ فتح بابِ زندگی
وہ جِلا حاصل ہو میرے ذہن کو فیض سے تری
کھول کر دکھلا سکوں شرحِ کتابِ زندگی
جو ہٹے عرفان کی بارش غریبوں پر کرے
بھیج مولیٰ اس زمیں پر وہ سحابِ زندگی
وہ جنوں مجھ کو عطا کر بندشیں سب توڑ دوں!
کیا مکاں اور کیا زماں اور کیا حسابِ زندگی

دلیل ہستی باری تعالیٰ

گر نہیں موجود کوئی مطرب ہستی تو پھر
بج رہا ہے اپنی لئے پر کیوں ربابِ زندگی
گر نہیں موجود بحرِ زندگانی تو بھلا
کیوں بنے۔ بن کر مٹا جائے حبابِ زندگی

قرآنی اسلوبِ بیان کی ایک خصوصیت

{ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الکبیر نے ایک نہایت قیمتی رسالہ "امثال القرآن" کے نام سے شائع فرمایا ہے یہ مختصر اقتباس اس رسالہ سے لیا گیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً ~~~~~~~~ (ایڈیٹر) }

"قرآن کریم کے طرز بیان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عظیم الشان صداقتوں اور حقائق کو عام فہم مثالوں کے ذریعہ پیش کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مثال فہم انسانی کے لئے سہولت پیدا کر دیتی ہے۔ اور مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق مضمون آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور یہ امر انسانی فطرت کا ایک خاصہ ہے۔ مثال کا استعمال ہر ملک اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے اور حسن کلام کا یہ ایک جزو ہے۔ اور تفہیم مطالب کا ایک ذریعہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے رہنماؤں نے بھی اس طریق کو اختیار کیا ہے جس طرح پر استعارہ کنایہ وغیرہ حسن کلام کے جزو ہیں اور وہ ادائے مطالب میں ایک لطافت اور خوبی پیدا کرتے ہیں اسی طرح امثال بھی ایک خصوصیت پیدا کرتے ہیں۔

غرض قرآن کریم نے اس اقرب الی الفہم طریق کے ذریعہ بھی اپنی صداقتوں کو پیش کیا ہے مگر دوسری مثالوں اور قرآن کریم کی پیش کردہ مثالوں میں ایک بیّن فرق ہے۔ قرآن کریم جو مثال پیش کرتا ہے وہ اپنے اندر مختلف قسم کی خوبیوں کی جامع ہوتی ہے وہ نہ صرف علوم متعلقہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے بلکہ انسانی نفس کے تزکیہ و طہارت کیلئے ایک سہل اور آسان طریق پیش کرتی ہے۔ اور صداقت کے باریک پہلوؤں کو نمایاں اور مشکلات کو قریب الفہم کر دیتی ہے۔ قرآن مجید نے یہ مثالیں ان مختلف مقاصد کے زیر نظر پیش کی ہیں جو انسانی ضابطہ حیات کے مختلف شعبوں پر موثر ہوتی ہیں۔ چنانچہ مقاصد امثال کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ (دیکھو سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ رکوع ۱۰۔ آیۃ ۸۹)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۔

اور یقیناً قرآن کریم میں لوگوں کے فائدے کیلئے ہر قسم کی مثالیں بار بار مختلف پیرایوں میں بیان کی ہیں۔ (بایں) اکثر لوگوں نے انکار کیا اور اقرار کیا تو صرف کفر کا۔

قرآن کریم کی یہ آیت صراحت سے ظاہر کرتی ہے کہ تمام مطالب عالیہ کو قرآن کریم مختلف پیرایوں سے بیان کرتا ہے تاکہ ہر عقل کا انسان اس سے فائدہ اٹھائے اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اس نے بیان نہ کیا ہو وہ سیاست کا ہو یا تمدن و معاشرت کا۔ انسان کی اہلی اور منزلی زندگی سے تعلق رکھتا ہو یا اس کی قومی یا اجتماعی حیات سے قرآن کریم اسے مکمل طور پر پیش کرتا ہے اور ایسے رنگ میں کہ بآسانی سمجھ آجائے۔ مثل کے لفظ میں اس کے تمام مطالب کو جمع کر دیا ہے۔ یعنے وہ کلام مدلل ہوتا ہے اور اپنی خوبیوں اور ندرت اور دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں بے مثال ہوتا ہے" ❊

~~~~~~~~
~~~~~~~~

قرآن مجید ہرگز تلوار کا محتاج نہیں!

آریہ پنڈت رامچندرجی دہلوی کے چیلنج کا جواب

مکرم جناب سید ارشد علی صاحب احمدی آف لکھنؤ (بھارت) نے ایک مفید رسالہ "قلم انڈیا کے مسلمانوں پر دلآزار حملے" کے عنوان سے شائع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پنڈت رامچندرجی دہلوی نے آریہ سماج بمبئی کے سالانہ جلسہ پر اپنی تقریر میں کہا ہے کہ:۔

"میرا دعویٰ ہے کہ اسلام اپنی اشاعت میں ہمیشہ تلوار کا محتاج رہا ہے۔ میں اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام کے حوالجات پیش کر سکتا ہوں۔ میرا چیلنج ہے اور کوئی میرے اس بیان کو غلط ثابت کر کے دکھائے۔"

(اخبار "ہندو" جالندھر ۲۶ اپریل ۱۹۵۲ء)

جناب سید ارشد علی صاحب لکھنوی نے پنڈت جی کا چیلنج قبول کر کے انہیں مقابلہ کی دعوت دی ہے۔ اور اسی ضمن میں جناب سندر لال جی کا مندرجہ ذیل حوالہ بھی پیش کیا ہے کہ:۔

"بت پرستوں کو بھی ان کی حکومت کے اندر رہ کر اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی پوری آزادی بخشی اور ان کی عبادتگاہوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض قرار دیا۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہونا چاہیئے یہ قرآن کی مدنی آیت ہے اور محمد صاحب کی تمام زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر ہے۔ اس کے ثبوت میں عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے معتقدوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً محمد صاحب کے جو معاہدے ہوئے ہیں اُن کی نقلیں ابھی تک موجود ہیں۔" (رسالہ وشال بھارت کلکتہ نومبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۵۱۴)

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید نے مذہب کے بارے میں جبر و اکراہ اور تشدد کے خلاف جس قدر زور دیا ہے، اور کسی کتاب نے نہیں دیا۔ قرآن مجید نے اسلام کے جو اصول بیان فرمائے ہیں انہیں معقولیت اور دلیل کی بناء پر منوایا ہے اور ہمیشہ منکرین کو هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کا چیلنج کیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ کیا تلوار کا مذہب مخالفوں سے دلیل کا مطالبہ کیا کرتا ہے؟

اسلام کی اشاعت اُس کی روحانیت، اُسکے معجزات، اس کے عقلی دلائل، اور اسکے پیرووں

(باقی صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ ہو)

الفرقان کا خاتم النبیّٖن نمبر

الفرقان کا خاص نمبر یعنی "خاتم النبیّٖن نمبر" بہت جلد احباب تک پہنچ رہا ہے۔ یہ نمبر یکصد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ٹھوس، علمی اور محققانہ مضامین ہوں گے۔ توقع ہے کہ اس موضوع پر یہ ایک بہترین مجموعہ ہوگا۔ اس نمبر سے سید الانبیاء حضرت خاتم النبیّٖن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا اظہار مقصود ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کی حقیقت کو واضح کرنا مدِّ نظر ہے۔

جو احباب الفرقان کے خریدار ہیں لیکن ان کی طرف سے پہلے سال کا چندہ نہیں آیا یا اب دوسرے سال کا چندہ موصول نہیں ہوا اُن کے نام خاتم النبیّٖن نمبر اُن کے ذمہ کے واجب چندہ کے لئے وی۔پی کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ

الفرقان کا چندہ پیشگی وصول کیا جاتا ہے

جو دوست اب پانچ روپے سالانہ چندہ بھیجکر خریدار بن جائیں اُنہیں خاتم النبیّٖن نمبر بھی مل سکے گا اور وہ یکم اگست ۵۲ء سے خریدار متصوّر ہوں گے۔

خاتم النبیّٖن نمبر کے ایک نسخہ کی قیمت ایک روپیہ مقرر ہے

جو دوست

بغرضِ اشاعت پانچ یا پانچ سے زیادہ کاپیاں خرید فرمائیں گے اُن سے فی کاپی بارہ آنے قیمت وصول ہوگی

احباب کا فرض ہے کہ

اس نمبر کی اشاعت بکثرت کریں اور ہر پڑھے لکھے خدا ترس غیر احمدی دوست تک اسے پہنچائیں!

الفرقان کے بارے میں جملہ خط و کتابت اور ترسیل زر بپتہ ذیل پر فرمائیں:۔

مینیجر رسالہ الفرقان۔ احمد نگر۔ ضلع جھنگ